تحریک اسلامی: آج کے مسائل

ڈاکٹر بلال مسعود

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے مضمون "تحریک اسلامی: آج کے قابل غور مسائل" میں چند نہایت اہم عصری مسائل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ "انسانی" عقل و تجربہ سے کچھ "اخذ" کرنے کے بارے میں اسلامی حلقوں کے کچھ غیر ضروری تحفظات ہیں جن کی نمایندگی اس رائے سے ہوتی ہے کہ "اسلام ہر اعتبار سے خود کفیل ہے' اور دنیا کی اسلامی تعمیر نو میں کسی اور ماخذ سے راہ نمائی حاصل نہیں کرنی ہے"۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اسلام بہت سے معاملات انسانی عقل و تجربہ پر چھوڑتا ہے' جن کی نشان دہی نبی کریمؐ نے کھجوروں کی پیوند کاری کے بارے میں اپنے مشہور فرمان: "تم اپنے (اس طرح کے) امور مجھ سے بہتر جانتے ہو" میں فرمائی تھی۔ یعنی وحی کے ساتھ ساتھ (دنیاوی) تجربہ بھی ایک اہم ماخذ علم ہے۔اس دوسرے منبع سے غیر مسلموں نے بھی علم حاصل کیا ہے' جس سے ہم بھی بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں غلط موقف کے باعث ہمارے اندر جدید علوم پر مجتہدانہ تنقید کرنے کا مطلوبہ ذوق و شوق پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں مختلف علوم بالخصوص انسانی علوم (human sciences) میں مغربی اساتذہ کے لائق شاگردوں سے اونچا معیار نہیں پیش کیا جا سکا۔ خود فطری علوم (natural sciences) کے بارے میں بھی صورت حال خوش گوار نہیں۔ آج کا مسلمان مغربی ٹیکنالوجی کی اہمیت کا تو قائل ہے' مگر اس کی بنیاد میں موجود سائنس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ہمارے ہاں سائنسی طرز فکر کی کمی کے باعث' تحریکات اسلامی بھی کوتاہ نظری اور جذباتیت سے متاثر ہیں۔ شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر صدیقی صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ "تحریک اسلامی کو اس سوال کا جواب دینا ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی میں پیش رفت کی اسلامی اہمیت کیا ہے؟"

جدید انسانی علوم میں مہارت کی دوسری ضرورت ہمیں فقہ پر نظر ثانی (یا اضافہ) کرنے اور کرتے رہنے کے لیے ہے۔فقہ عصری حالات پر قرآن و سنت کے انطباق کا نام ہے' ہم عصری حالات کا علم حاصل کیے بغیر پہلے سے مرتب فقہ کی تقلید کیے جا رہے ہیں۔

جدید علوم کی ایک تیسری ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "زندگی کے چند ایسے اصول و مقاصد جن کی اسلام نے ایسے حالات میں تعلیم دی تھی 'جب دنیا ان سے روگرداں تھی' آج ساری انسانیت قبول کر چکی ہے۔ آزادی 'مساوات' جمہوریت' سماجی عدل 'اور انسانی عزو شرف کے تصورات کی عملی تعبیروں میں اختلاف کے باوجود یہ بات بہت اہم ہے کہ اب دنیا ان پر متفق ہو چکی ہے"۔

قوم پرستی کے اثرات کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ جدید انسان' انسانی سلوک صرف "اپنوں" سے کرتا ہے یا "غیروں" سے بھی؟ ہم کو معاصر غیر مسلموں کی خوبیوں کی اسی طرح قدر کرنا چاہیے جس طرح ہماری روایتی کتب میں قریش مکہ کی انسانی خوبیوں (مہمان نوازی' بہادری وغیرہ) کی تعریف کی جاتی ہے۔ دائرہ اسلام سے باہر کے انسانوں کی ان خوبیوں کو تسلیم کرنے اور ان سے استفادہ کرنے سے انکار کر کے ہم دنیا کی اسلامی تعمیر نو کا کام بلاوجہ زیادہ مشکل بنا دیں گے۔

ڈاکٹر صدیقی صاحب کے اس سوال پر کہ "(مسلمان) حکومتوں سے بہت سی قانونی تبدیلیوں کے مطالبے کو اولیت حاصل ہونی چاہیے 'یا کچھ اور کاموں کو" مولانا مودودیؒ نے سید احمد شہیدؒ کی ناکامی کے حوالے سے لکھا ہے: سید احمد شہیدؒ نے مقامی آبادی کی ذہنی تیاری کے بغیر ان پر شرعی قوانین نافذ کر دیے"۔۔۔۔ شاید ہم آج یہ سبق بھول چکے ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب نے اس کی بھی یاد دہانی کروائی ہے۔

علمی و فکری کاموں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ڈاکٹر صدیقی فرماتے ہیں کہ "اگر یہ رائے درست ہے کہ سیاسی اور سماجی انقلاب کی راہ علمی و فکری انقلاب ہی ہموار کر سکتا ہے 'تو ابھی راہ ہموار کرنے کے لیے 'بہت کچھ کرنا باقی ہے"۔ تحریکات اسلامی نے اس طرف کماحقہ توجہ نہیں دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ "علم و ادب اور تحقیق و تفتیش کو وہ مقام حاصل نہیں جو آیندہ کسی زبردست پیش رفت کی بنیاد بن سکے"۔

ان آرا کا محرک عالمی سطح پر تحریک اسلامی کا وہ نیا دور ہے جس میں مسلمانوں کو دنیا کی اسلامی تعمیر نو میں فعال حصہ بھی لینا ہے نیز اسلامی فکر کے مطابق متبادل نظام پیش کرنے کا چیلنج بھی کہیں نہ کہیں درپیش ہے (یا ہو گا' ان شاء اللہ)۔ لہٰذا آج یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ ہم ہمیشہ تعمیر نو ہی کریں گے' یا بوقت ضرورت معاصر نظاموں کو اسلامیانے کے امکان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ غالباً یہی احساس مذکورہ بالا گزارشات کا محرک ہے۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ ڈاکٹر صدیقی صاحب جو کچھ فرمائیں' اس سے کلیتہ اتفاق کیا جائے۔ ان کے مضمون کی اہمیت دراصل ان مباحث کو چھیڑنے کے سلسلے میں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ ان جدید مسائل کا کیا حل پیش کرتے ہیں' اور ان کی تجاویز کس حد تک قابل قبول ہیں۔ فکر کی دنیا میں یہ مضمون ایک آغاز نو ثابت ہونا چاہیے' نہ کہ اختتام!